مولانا محمد رفیق چوہدری

العشر فی القرآن

یہ ایک حقیقت ہے کہ مفلس سے مفلس آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نعمتوں سے فیضیاب ہوتا ہے اور منعم حقیقی کی ہر نعمت اپنے منعم علیہ بندے سے مناسب شکر گزاری کا تقاضا کرتی ہے۔ مال و دولتِ دنیا جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے ایک آزمائش ہے۔ وہاں ایک عظیم نعمت بھی ہے اور اس پر شکر گزاری کی معین صورت یہ ہے کہ اس نعمت سے مستفید و متمتع ہوتے ہوئے اس کا کچھ خاص حصہ ان لوگوں تک منتقل کر دیا جائے جو اس سے بالکل محروم ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو خدا تعالیٰ کی یہ نعمت خود انسان کے لیے نقمت بن جاتی ہے جس کے نتیجے میں اسے دنیا و آخرت میں ناکامی و نامرادی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

خدائے رحیم نے اپنے مالدار بندوں کو ایسی صورت حال سے بچانے، ان کو اپنا فرمانبردار بنانے اور دنیا و عقبیٰ میں فلاح یاب کرنے کے لیے مال و دولت پر بطور شکر گزاری زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ٹھہرائی ہے اور اس سلسلے میں زرعی پیداوار پر عشر ادا کرنا واجب کیا ہے۔ غور کرنے سے زکوٰۃ و عشر کے اس وجوب و حکم کی حکمت سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ جس طرح مال و دولت اکثر و بیشتر خدا تعالیٰ کی خاص بخشش کا فیضان ہوتا ہے بالکل اسی طرح پھل اور اناج کی زرعی پیداوار بھی ربّ العالمین کے مخصوص فضل و کرم کی مرہونِ منّت ہوتی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ہر استحقاق اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ ذمہ داری بھی رکھتا ہے۔ مال و دولت اور زرعی پیداوار کے اسی استحقاق پر زکوٰۃ و عشر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

قرآن حکیم میں اس حقیقت کو کئی مقامات پر مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

افریتم ما تحرثونo انتم تزرعونه ام نحن الذرعونo لونشاء لجعلنه حطاما فظلتم تفکھون o انا لمغرمون بل نحن محرومونo افرئیتم الماء الذی تشربونo انتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلونo لونشاء جعلنه اجا جا فلولا تشکرونo

(الواقعہ ۶۳ تا ۷۰)

بھلاتم اس بات پر غور کرو کہ جو کچھ تم کاشتکاری کرتے ہو، اسے تم اگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چُورا چُورا کر دیں اور تم صرف باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ ''ہم پر اُلٹی چٹی پڑگئی بلکہ ہم تو اپنی محنت کے سارے فائدوں ہی سے محروم ہوگئے۔'' اچھا، تم نے دیکھا کہ یہ پانی جو تمہارے پینے کے کام آتا ہے۔ اسے کون برساتا ہے؟ تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں، تم کیوں شکر نہیں کرتے؟

گویا جس ہستی کی ربوبیت کے فیض سے تمہیں اناج اور پھلوں کا رزق عطا ہوا، اسی ربّ کائنات کا یہ حق ہے کہ اس کے دیے ہوئے رزق کا کچھ حصہ محروم المعیشت لوگوں کو بھی ادا کیا جائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فلینظر الانسان الی طعامهo انا مینا الماء صباo ثم شققنا الارض شقاo فانبتنا فیها حباo وعنبا و قضباo وزیتونا و نخلاo وحدائق غلباo وفا کهة واباo متاعاً لکم ولا نعامکمo (عبس: ۲۴ تا ۳۲)

انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے... ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں، پھر اس کی سطح شق کر دیتے ہیں، پھر اس سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کر دیتے ہیں۔ اناج کے دانے، انگور کی بیلیں، سبزی ترکاری، زیتون کا تیل، کھجور کے خوشے، گھنے باغات، قسم قسم کے میوے، پھل اور طرح طرح کا چارہ... یہ

سب کچھ تمہارے فائدے کے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

امن خلق السموات والارض وانزل لکم من السمآء مآء فانبتنا به حدآئق ذات بهجة ماکان لکم ان تنبتوا شجرهاالٰه مع اللّٰه بل هم قوم یعدلونo (النمل ۶۰)

بھلا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آسمان سے تمہارے لیے کس نے پانی برسایا؟ پھر اس کے ذریعے سے ہم نے خوش نما باغ اگا دیئے۔ حالانکہ تمہارے بس کی یہ بات نہ تھی کہ ان باغوں کے درخت اگاتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ افسوس یہ لوگ راہِ حق سے ہٹ ہوئے ہیں!

پھر ارشاد ہوا:

وانزلنا من السمآء مآء بقدر فاسکنه فی الارض ق وانا علیٰ ذهاب به لقادرونo فانشا نا لکم به جنٰت من نخیل واعناب لکم فیها فواکه کثیرة و منها تا کلون o (المومنون ۱۸تا ۱۹)

اور ہم نے ایک خاص اندازے کے مطابق آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اسے زمین میں ٹھہرائے رکھا، اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اسے واپس لے جائیں۔ پھر اسی پانی سے ہم نے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیئے جن میں بہت سے پھل لگتے ہیں اور انہی سے تم اپنی غذا بھی حاصل کرتے ہو۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

ان اللّٰه فالق الحب والنوی (الانعام ۹۶)

یقیناً اللہ ہی کی قدرت ہے کہ وہ دانے اور گٹھلی کو شق کرتا ہے (پھر اس سے ہر چیز کا پودا یا درخت پیدا کر دیتا ہے)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وھوالذی انزل من السمآء مآء فاخرجنا به نبات کل شیء فاخرجنا منه خضراً نخرج منه حبا متراکباً ومن النخل من طلعها قنوان دانیة وجنت من اعناب و زیتون والرمان مشتبها و غیرمتشابه انظر وا الی ثمره اذا اثمر و ینعه ان فی ذلکم لایت لقوم یومنونo (الانعام۱۰۰)

اور وہی (اللہ) ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات اگائی، پھر اُس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کیے۔ پھر ان سے تہ بر تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کی وجہ سے جھکے پڑتے ہیں۔ اور انگور، زیتون اور انار کے باغ اگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور اور پھر ذائقے الگ الگ بھی ہیں۔ جب یہ درخت پکتے ہیں، تو ان میں پھل آنے اور ان کے پکنے کی کیفیت پر نظر ڈالو۔ ان تمام چیزوں میں ایمان لانے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

پھر فرمایا:

وانزل من السمآء مآء فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم (البقره:۲۲)

اور اسی (اللہ) نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے روزی فراہم کردی۔

قرآن حکیم کی درج بالا آیات کا مدعا و مطلب یہ ہے کہ ربوبیت الٰہی کی کارفرمائی انسان کو اس کی معمولی محنت و مشقت کے صلے میں زمین سے بہت زیادہ اناج اور پھل مہیا کردیتی ہے۔ اس کے بعد انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ بخشش رحمانی اور عطائے ربانی سے جہاں خود بہرہ یاب ہوا ہے وہاں خدا تعالٰی کے ان بندوں کو فراموش نہ کر بیٹھے جو تہی دامن اور بے سروسامان ہیں

بلکہ ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کو معاشی سہارا دینے کے لیے اس نعمت خداوندی کا ایک مخصوص حصہ ان تک پہنچا دے۔

عشر کیا ہے؟

عشر کے لغوی معنی ''کسی چیز کا دسواں حصہ'' کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں یہ زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے۔ بارانی زمین کی صورت میں اس کی پیداوار کا دسواں حصہ اور غیر بارانی اراضی یعنی نہری یا چاہی وغیرہ کی صورت میں اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ شرعاً عشر کے طور پر واجب الادا ہوتا ہے بشرطیکہ کل پیداوار شرعی نصاب کے مطابق ہو۔

قرآن اور عشر

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے، عشر دراصل زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے جہاں تک مطلق زکوٰۃ کے حکم کا تعلق ہے تو اس کی فرضیت اور وجوب کے لیے قرآن مجید میں بیسیوں آیات موجود ہیں۔ بالعموم اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ یعنی نماز و زکوٰۃ کا حکم ساتھ ساتھ آیا ہے۔ لیکن زکوٰۃ کی اس خاص قسم یعنی عشر کا ثبوت ہمیں قرآن حکیم کی درج ذیل آیات سے ملتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وھوالذی انشا جنت معروشات وغیر معروشات والنخل و الذرع مختلفاً اکلہ والزیتون والرمان متشا بھا وغیر متشابہ کلو من ثمرہ اذا اثمر و اتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفینo (الانعام ۱۴۱)

اور وہی (اللہ) ہے جس نے وہ باغات پیدا کیے جو ٹیٹوں پر چڑھائے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض نہیں چڑھائے ہوتے، نیز کھجوروں کے درخت اور کھیتیاں اگائیں جن میں مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہوتی ہیں اور زیتون اور انار بھی باہم مشابہ اور بعض مشابہ نہیں ہوتے۔ تم ان کے

پھلوں اور پیداوار میں سے کھاؤ اور (ان نعمتوں کے شکریے میں) ان کے کاٹنے اور توڑنے کے دن ان کا معین حصہ ادا کیا کرو۔ فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کے الفاظ ”**واتواحقه یوم حصاده**“ (اور فصل کی کٹائی اور پھل توڑنے کے دن ان کا معین حصہ ادا کیا کرو) سے ظاہر ہے کہ کھیت سے فصل اور پیداوار حاصل کرتے وقت اس کا ایک خاص حصہ بطور حق المال الگ کرکے ادا کرنا واجب ہے اور عشر کا یہ وجوب اسی لمحے عائد ہو جائے گا جس لمحے زرعی پیداوار حاصل کرلی گئی۔

اس آیت کے تحت چند مفسرین کرام کی آراء ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ تفسیر طبری: (از ابن جریر طبری)

اس تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ، حسنؒ، انس بن مالکؓ، جابر بن زید، سعید بن میتب، قتادہ، طاؤس، محمد بن حنفیہ، ضحاک اور زید بن اسلم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

”هذا امر من الله بایتاء الصدقه المفروضة من الثمر والحب“

(ابوجعفر محمد بن جریر الطبری: تفسیر الطبری: ۱۲:۵۸، طبع مصر)

یہ اللہ کا حکم ہے کہ پھلوں اور اناج سے فرض زکوٰۃ یعنی عشر ادا کیا جائے۔

۲۔ تفسیر الکشاف (از علامہ زمخشری)

اس تفسیر میں آیت مذکورہ کے تحت درج ہے کہ:

الاية مكية والزكاة انما فرضت بالمدينة فاريد بالحق ماكان يتصدق به على المساكين يوم الحصاد، وكان ذلک واجباً حتى نسخه افتراض العشر و نصف العشر و قيل مدينة والحق هو الزكاة المفروضة۔

یہ آیت مکی ہے اور مدینہ میں زکوٰۃ فرض ہوئی ہے لہٰذا اس آیت میں ”حق“ سے مراد وہ صدقہ ہے جو فصل کی کٹائی کے وقت مسکینوں کو دیا جاتا ہے۔ ابتدا میں یہ صدقہ واجب تھا، پھر عشر اور نصف عشر کی فرضیت

کے بعد منسوخ ہوگیا... یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور اس میں ''حق'' سے مراد وہ زرعی پیداوار پر زکوٰۃ ہے جو فرض ہے۔

۳۔ احکام القرآن (از ابن العربی):

وقدافادت هذه الاية وجوب الزكاة فيما سمى الله سبحانه، وافادت بيان مايجب فيه من مخرجات الارض التى اجملها فى قوله "و ممآ اخرجنا لكم من الارض" فسرها هاهنا، فكانت اية البقرة عامة فى المخرج كله مجملة فى القدر، وهذه الاية خاصة فى مخرجات الارض مجملة فى القدر، فبينه رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى امربان يبين للناس مانزل عليهم، فقال: فيما سقت السماء العشر، وما سقى بنضح او دالية نصف العشر" فكان هذا بياناً لمقدار الحق المجمل فى هذه الاية. وقال ايضاً صلى الله عليه وسلم "ليس فيما دون خمسة اوسق من حب اوتمر صدقة" خرجه مسلم وغيره. فكان هذه بياناً للمقدار الذى يوخذ منه الحق، والذى يسمى فى السنة العلماء نصاباً (ابن العربی: احکام القرآن : ۳۱۲، ۳۱۳ طبع مصر ۱۳۳۱ھ)

اس آیت سے اس چیز کے واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا نام دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کے ایک اور ارشاد ''وممآ اخرجنا لكم من الارض'' یعنی (اے ایمان والو!) ان اشیاء میں سے (اللہ کی راہ میں خرچ کرو) جو ہم نے زمین سے نکالی ہیں۔ (البقرۃ ۲۶۷) کی تشریح بھی مل جاتی ہے کہ وہاں پر ''زمین سے نکالی ہوئی اشیاء'' سے کیا مراد سورہ بقرہ کی آیت کے مفہوم میں وہ تمام اشیاء آجاتی تھیں جو زمین میں سے نکلتی ہیں اور اس کے علاوہ وہاں نصاب زکوٰۃ کا بھی ذکر نہیں تھا۔ مگر اب سورہ انعام کی آیت زیر بحث کے مفہوم میں زمین سے نکلنے والی اشیاء کی خاص نوعیت بیان کر دی گئی ہے اگر چہ یہاں پر بھی نصاب زکوٰۃ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ پھر اسی آیت کی تشریح و تبیین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی

ہے۔ جنہیں قرآن کی تشریح وتبیین کرنے کا حکم خود خدا نے قرآن مجید میں دیا ہے۔(۱)

وہ تشریح وتبیین یہ ہے کہ:

"فیما سقت السماء العشر، وما سقی بنضح اودالیة نصف العشر"

جو زمین بارش سے سیراب ہوتی ہے اس پر عشر ہے اور جو دوسرے وسائل آبپاشی کے ذریعے سیراب ہو، اس پر نصف عشر ہے۔

سنت نبوی نے آیت مذکورہ کے لفظ "حقہ" میں حق کے اجمال کی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

پھر اس کے علاوہ اسی سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لیس فیمادون خمسة اوسق من حب اوتمر صدقة (صحیح مسلم)

غلے اور کھجور میں پانچ وسق سے کم مقدار پر زکوٰۃ (عشر) نہیں ہے۔

گویا اس حدیث نے وہ مقدار بھی معین کر دی جس پر "حق" کی وصولی کی جائے گی اور جسے علماء کرام اپنی اصطلاح میں "نصاب" کہتے ہیں:

۴۔ تفسیر کبیر (از امام فخر الدین رازی)

فی تفسیر قوله (واتوا حقه) ثلاثة اقوال. القول الاول: قال ابن عباس فی روایة عطاء یریدبه العشر فیما سقت السماء و نصف العشر فیما سقی بالدوالیب، وهو قول سعید بن المسیب والحسن و طاؤس والضحاک"

(الفخر الرازی: التفسیر الکبیر: ۱۳:۲۱۳ طبع مصر ۱۹۳۸ء)

اللہ تعالیٰ کے قول "واتواحقه" کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ پہلا قول جسے عطا نے ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے یہ ہے کہ اس سے بارانی زمین کا عشر اور غیر بارانی کا نصف عشر ہے۔ یہی قول سعید بن مسیبؒ، حسنؒ، طاؤس اور ضحاک کا بھی ہے۔

---

(۱) قرآن مجید میں ہے: وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیهم ۔ اور (اے نبیؐ) ہم نے اس سراپا ذکر یعنی قرآن کو آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ کی طرف جو کچھ بھیجا گیا ہے اسے آپ لوگوں پر واضح فرمادیں۔

۵۔ تفسیر قرطبی (الجامع لاحکام القرآن ۔ امام قرطبی):

"اختلف الناس فی تفسیر هذا الحق ماهو، فقال انس بن مالک و ابن عباس وطائوس والحسن وابن زید و ابن الحنفیة والضحاک و سعید بن المسیب هی الزکٰوۃ المفروضة العشر نصف العشر"

(ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی : ۹۹:۷، طبع مصر ۱۹۶۷ء)

اس آیت میں لفظ "حق" کے بارے میں مختلف رائیں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ، طاؤس، حسن، ابن زید، ابن الحنفیہ، ضحاک اور سعید بن میبّب، کی رائے میں اس سے مراد وہ فرض زکوٰۃ ہے جو عشر اور نصف عشر کی صورت میں ہے۔

۶۔ تفسیر ابن کثیر:

"عن ابن عباس (واتو احقه، یوم حصاده) یعنی الزکٰوۃ المفروضة یوم یکال ویعلم کیله"

(عماد الدین اسماعیل بن کثیر: تفسیر القرآن العظیم ۲: ۱۸۱ طبع سہیل اکیڈمی، لاہور)

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ واتواحقه یوم حصاده سے مراد وہ فرض زکوٰۃ یعنی عشر ہے جب فصل کی مقدار معلوم کرلی جائے۔

۷۔ احکام القرآن ۔ ابوبکر جصاص:

"روی عن ابن عباس وجابربن زید و محمد بن حنفیة والحسن وسعید بن المسیب وطائوس و زید بن اسلم وقتادة والضحاک انه العشر و نصف العشر"

ابن عباسؓ، جابر بن زید، محمد بن حنفیہ، حسن، سعید بن میبّب، طاؤس، زید بن اسلم، قتادہ اور ضحاک کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں عشر اور نصف عشر مراد ہے۔

۸۔تفسیر جلالین:

"العشر اونصفه" (جلال الدین سیوطی: تفسیر جلالین :۹۸ طبع دھلی ۱۹۲۲ء)

ترجمہ اس سے عشر یا نصف عشر مراد ہے۔

۹۔تفسیر مظہری (از قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

"قال ابن عباس وطاء وس والحسن و جابر بن زيد وسعيد بن المسيب انه الزكوة المفروضة من العشرو نصف العشرلان الامرللوجوب"

(قاضی ثناء اللہ پانی پتی: تفسیر مظہری: ۳: ۲۹۴ طبع دہلی ۱۹۶۷ء)

ابن عباس، طاؤس، حسن، جابر بن زید اور سعید بن میبّب کا قول ہے کہ اس جگہ فرض زکوٰۃ مراد ہے جو عشر اور نصف عشر کی صورت میں ہے کیونکہ فعل امر سے وجوب کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

۱۰۔تفسیر روح المعانی (از علامہ محمود آلوسی):

"واتواحقه" الذى اوجبه الله تعالىٰ يوم حصاده"

عن ابن عباس العشرو نصف العشر، واليه ذهب الحسن و سعيد بن المسيب و قتادة و طائوس وغيرهم.

(علامہ محمود الوسی: ۸: ۳۸ طبع بیروت)

"واتواحقه" میں حق سے مراد وہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے واجب ٹھہرایا ہے۔ اس بارے میں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے عشر اور نصف عشر مراد ہے۔ یہی رائے حسن، سعید بن میبّب، قتادہ اور طاؤس وغیر ہم کی ہے۔ اس طرح تقریباً تمام مفسرین حضرات نے آیت زیر بحث سے عشر کی فرضیت کا اثبات کیا ہے۔

دوسری جگہ پر حکم خداوندی ہے کہ:

يايها الذين امنوا انفقوا من طيبات ماكسبتم ومما اخرجنا لكم

من الارض ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم باخذیه الا ان تغمضوا فیه واعلموا ان الله غنی حمید. (البقرۃ: ۲۶۷)

ایمان والو! اپنی کمائی میں سے عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اوران چیزوں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں۔ لیکن خراب چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو درآنحالیکہ تم خود بھی اسے لینا پسند نہیں کرتے الا یہ کہ چشم پوشی کرو۔ خوب جان لو کہ اللہ بے نیاز اورستودہ صفات ہے۔

اس آیت کے الفاظ **انفقوا من طیبات ما کسبتم** (اپنی کمائی میں سے بھی چیزوں کا انفاق کرو) کے بعد **ومما اخرجنا لکم من الارض** (اوران چیزوں میں سے بھی انفاق کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیں) سے واضح ہے کہ زمینی پیداوار میں سے کچھ خاص حصے کے انفاق کا حکم دیا گیا ہے۔ غور کیجئے، زمینی پیداوار سے کچھ خاص حصے کا یہ حکم انفاق سوائے حکم عشر کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وفی اموالهم حق للسائل و المحروم (الذاریات ۱۹)

اوران (متقیوں) کے مالوں میں مانگنے والے اورمحتاج کا حصہ ہوتا تھا۔

یہ آیت اپنے سیاق کلام کے لحاظ سے متقین کے اوصاف کے ضمن میں آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ہر سائل اور محروم المعیشت آدمی کے لیے اپنے مال میں سے ایک معین حصہ بطورحق ادا کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ نہ تو زرعی پیداوار کو ''اموالھم'' کے قرآنی عموم سے خارج سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی زرعی پیداوار کے لیے سائلوں اور مفلسوں کا فقدان ہوسکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحب نصاب متقین جہاں دوسرے اموال میں سے زکوۃ ادا کرتے ہیں وہاں وہ زمینی پیداوار کی زکوۃ یعنی عشر بھی دیتے ہیں اوران کی طرف سے عشر کی یہ ادائیگی بطورحق ضروری متصور ہوئی ہے۔

قرآن کی ایک اورآیت یہ ہے:

والذین فی اموالھم حق معلومO للسائل والمحرومO (المعارج ۲۴ تا ۲۵)

ترجمہ: اور جن لوگوں کے اموال میں ایک معلوم ومعین حصہ ہے، مانگنے اور نہ مانگنے والے حاجت مندوں کے لیے۔

آیات بالا اپنے سیاق وسباق میں جنتی لوگوں کی صفات کے تذکرے میں وارد ہوئی ہیں وہ اعمال جن کی جزا کے نتیجے میں نیک لوگ جنت کے مستحق قرار پائیں گے ان میں سے ایک عمل یہ ہوگا کہ ان کے اموال میں دستِ سوال دراز کرنے والے غریبوں اور نہ مانگنے والے محتاجوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک خاص حصہ بطور حق معین ہوتا تھا۔ ''اموالھم'' کے عموم میں زرعی پیداوار بھی شامل ہے۔ لہٰذا ان دونوں آیات سے جہاں ایک طرف زکوۃ کے حکم کا اثبات ہوتا ہے وہاں دوسری طرف عشر کا ثبوت بھی فراہم ہو جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

خذ من اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم. (التوبہ ۱۰۳)

(اے نبی!) ان لوگوں کے مال سے بھی زکوۃ لے لیا کریں تاکہ اس طرح آپ ان کو (گناہوں سے) پاک وصاف کریں اور ان کے حق میں دعائے خیر کریں کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے سکون بخش ہے اور اللہ بہت سننے والا جاننے والا ہے۔

یہ آیت سیاق بیان میں ان لوگوں کے بارے میں آئی ہے جو ایمان کے باوصف مرض منافقت میں بھی مبتلا تھے۔ گویا قانونی اعتبار سے ان پر مسلمان ہونے کا اطلاق ہوتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر یہ حکم دیا ہے کہ ایسے لوگوں سے زکوۃ وصول کریں۔ آیت میں مستعمل لفظ صدقۃ (یا صدقات کا لفظ) قرآن مجید میں زکوۃ کے ہم معنی ہے جیسا کہ سورۃ توبہ میں ہے۔

انما الصدقات للفقرآء والمساکین...... (التوبہ: ۶۰)

زکوۃ تو ان کا حق ہے جو فقرا ہوں، مساکین ہوں...

تو یہاں پر صدقات سے مراد صرف صدقہ واجبہ یعنی زکوٰۃ ہے (ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کرو) اس طرح آیت زیر بحث میں ''خذمن اموالھم صدقۃ'' کے عام معنی میں زرعی پیداوار بھی بطور مال شامل ہے جس میں سے زکوٰۃ یعنی عشر کی وصولی کا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقونo (البقرہ۳)

(متقین وہ ہیں) جو غائبانہ طور پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے، اس میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

آیت مذکورہ میں آمدہ الفاظ ''**ومما رزقنا ھم ینفقون**'' (اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے۔ اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں) سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو روزی عطا کی ہے تو اس کے بندے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی میں سے انفاق کرتے ہیں۔

اس آیت کے سیاق کلام میں متقین کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں ان میں جہاں ایمان بالغیب اور اقامت صلوٰۃ کی خصوصیات کا ذکر ہوا ہے وہاں انفاق کو بھی متقین کی ایک خصوصیت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اہل نظر سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کا یہ ایک عام اسلوب ہے اور اس کے بیسیوں نظائر بھی موجود ہیں کہ نماز پر انفاق کا عطف بالعموم زکوٰۃ کے مفہوم کا حامل ہوتا ہے کیونکہ خود نماز پر زکوٰۃ کا عطف آنا قرآن مجید کا عام انداز بیان ہے۔

اب زیر نظر مقام پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ قرآنی الفاظ ''**ومما رزقنا ھم ینفقون**'' (اور ہمارے دیے میں سے خرچ کرتے ہیں) کا مطلب یہ ہے کہ متقین کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ حالت ایمان میں اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ ایتائے زکوٰۃ بھی کرتے ہیں۔ یا اس کا دوسرا اور جامع مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ متقین نماز پڑھتے اور انفاق کرتے ہیں اور پھر اس انفاق میں

صدقاتِ واجبہ یعنی زکوٰۃ وعشر اور صدقات نافلہ یعنی خیرات دونوں مفاہیم بیک وقت موجود ہوں گے الغرض دونوں مذکورہ مطالب کی رو سے زکوٰۃ کا مفہوم اس آیت میں شامل رہتا ہے۔

اب دوبارہ اصل قرآنی الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی اور اس کے بخشے ہوئے رزق کے تحت جہاں دوسرے اموال آتے ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے وہاں وہ روزی اور وہ رزق بھی بطور مال آجاتا ہے جو ہم زمین سے حاصل کرتے ہیں اس لیے زرعی پیداوار پر عشر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

پھر یہ امر بھی یاد رہے کہ اس مقام پر متقین کے صرف تین ہی بنیادی اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے... ایمان، نماز اور انفاق کا... اور صرف انہی تینوں خصوصیات کی بنا پر ایسے لوگوں کے راہ ہدایت پر ہونے اور ان کے فلاح یاب ہونے کی خوش خبری بھی دی گئی ہے۔

"**ومما رزقنا هم ينفقون**" کے الفاظ اسی انداز میں صلوٰۃ پر عطف کے ساتھ قرآن حکیم میں چند اور مقامات پر بھی وارد ہوئے ہیں اور وہاں بھی بالعموم زکوٰۃ ہی کا مفہوم لیے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ انفال میں ہے کہ:

الذين يقيمون الصلوٰة ومما رزقنا هم ينفقونo (الانفال:۳)

(مومنین وہ ہیں) جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

البتہ اس ساری بحث پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ ہم نے ینفقون کے مضارع سے وجوب حکم ثابت کیا ہے جبکہ عربی زبان میں فعل مضارع وجوب حکم کے لیے نہیں آتا بلکہ وجوب حکم کے لیے فعل امر آنا چاہیے۔

مگر اوّل تو یہ اصول بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کے بہت سے نظائر اس اصول کے خلاف موجود ہیں اور ہمیں قرآن حکیم کے مقابل میں بہرحال اپنے بنائے ہوئے اصولوں کو کچھ بھی وقعت نہیں دینی چاہیے۔ اس لیے کہ جن مقامات کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی معطوف علیہ کے طور پر **یقیمون الصلوٰۃ** بھی فعل مضارع ہی کے ساتھ آیا ہے۔ تو کیا اس فعل مضارع کے سبب صلوٰۃ کا وجوب باقی نہیں رہے گا اور ایسے تمام مقامات پر

فرض نمازوں کی بجائے نفل نمازیں مراد لی جائیں گی؟

دوسرے یہ کہ خود قرآن حکیم میں اہل ایمان کے لیے جہاں ینفقون کی خصوصیت فعل مضارع کے ساتھ آئی ہے وہاں وہ فعل امر میں اہل ایمان کو انفاق وجوبی کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ بقرہ میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یایها الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی یوم لابیع فیه ولاخلة ولا شفاعة والکفرون هم الظلمونo (البقرہ:۲۵۴)

ایمان والو! ہمارے دیے میں سے راہ خدا میں بھی خرچ کرلو اس سے پہلے کہ وہ دن آموجود ہو جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش کام دے گی۔ اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔

اس آیت میں **انفقوا مما رزقنا کم** (ہمارے دیئے میں سے راہ خدا میں خرچ کرو) میں **انفقوا** کا صیغہ فعل امر کا ہے جس سے انفاق واجب ثابت ہوتا ہے نیز اس آیت کے آخری ٹکڑے **والکفرون هم الظلمون** (اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں) سے اس بات کا اشارہ بھی نکلتا ہے کہ جو لوگ اس انفاق کے وجوب کو نہ مانیں اور اس حکم پر عمل نہ کریں تو ایسے لوگوں کی یہ روش مومنانہ کردار کی نہیں بلکہ کافرانہ طرز عمل کی غماز ہے۔ لہٰذا اس آیت کے الفاظ ''**انفقوا ممارز قنا کم**" (ہمارے دیے میں سے خرچ کرو) سے زکوٰۃ اور عشر کا حکم ثابت ہوگیا کیونکہ کفر کا معاملہ صرف ضروریات دین کے انکار ہی سے پیدا ہوسکتا ہے اور زکوٰۃ وعشر کے ضروریات دین میں ہونے سے کسے انکار ہے۔

اس سلسلے میں ''**والکفرون هم الظلمون**" کی تفسیر میں علامہ زمخشریؒ نے اپنی تفسیر ''الکشاف'' میں لکھا ہے کہ:

"ولکفرون هم الظلمون" ارادو التارکون الزکٰوة هم الظالمون فقال والکفرون للتغلیظ، کما قال فی اخر آیة الحج "ومن کفر" مکان ومن لم یحج، ولانه جعل ترک الزکاة من صفات

☆الضرر یزال ☆ ضرر (نقصان) کا ازالہ کیاجائے گا☆

الکفار فی قوله "وویل للمشرکین الذین لا یوتون الذکوۃ"

ترجمہ: "والکافرون ھم الظلمون" (اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں) سے مراد یہ ہے کہ زکوۃ نہ دینے والے ظالم ہیں۔ الکافرون کا لفظ شدت کے لیے آیا ہے جیسا کہ آیت حج کے آخر میں آتا ہے کہ ومن کفر (اور جس نے کفر کیا، آل عمران آیت) آیا ہے۔ حالانکہ وہاں پر مفہوم یہ تھا کہ "اور جس نے حج نہ کیا" پھر یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں ترک زکوۃ کو کافروں کی علامت کے طور پر بیان کیا ہے: و ویل للمشرکین الذین لایوتون الزکاۃ (اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے کیونکہ وہ زکوۃ ادا نہیں کرتے۔

ایک دوسرے مقام پر فعل امر کے وجوب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان سے ارشاد ہے:

وانفقوا من مارزقنکم من قبل ان یاتی احد کم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحینo

(المنافقون: ۱۰)

اور اے ایمان والو! ہمارے دیئے میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہا کرو، اس سے پہلے کہ تمہیں موت آلے اور آدمی کہنے لگے کہ "اے میرے رب! کاش تو مجھے کچھ دنوں کی مزید مہلت دیدیتا تو میں صدقہ دیتا اور پھر صالحین میں سے ہوتا۔

آیت بالا میں اہل ایمان مخاطب ہیں اور اس آیت سے پہلے کی آیت میں وہ مذکور ہیں اور اس جگہ بھی اہل ایمان ہی کو فعل امر کے وجوب کے ساتھ انفاق کا حکم دیا گیا ہے اور ایسا انفاق اور "صدقہ" کرنے کا حکم موجود ہے جو کسی آدمی کو زمرۂ صالحین میں شامل ہونے کے لیے شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی روزی سے وہ انفاق اور وہ صدقہ کیا چیز ہے جو صالحین کی خصوصیت اور اہل ایمان کا وصف خاص ہے؟ کیا اس سے زکوۃ وعشر مراد نہیں ہوسکتے اور کیا یہاں پر بھی صرف صدقات نافلہ یا خیرات مراد لی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ وانفقوا من ما

رزقنٰکم (اور ہمارے دیے میں سے خرچ کرو) کے عمومی الفاظ میں زکوٰۃ وعشر اور خیرات دونوں کا مفہوم بیک وقت ممکن ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

قل لعبادی الذین امنو ایقیمو الصلوٰۃ وینفقوا مما رزقنھم سرا و علانیۃ من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خللo (ابراہیم: ۳۱)

(اے نبی) میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے ہیں، کہہ دو کہ نماز قائم کیا کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ طور پر (خدا کی راہ میں) خرچ کیا کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کچھ خرید و فروخت ہوگی۔ اور نہ ہی دوستی کچھ کام آسکے گی۔

آیت بالا میں بھی فعل امر (غائب) کے ساتھ اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک تو نماز اہتمام کریں اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال سے اس کا کچھ حصہ اسی کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ انفاق کے اس حکم میں زکوٰۃ وعشر کے ساتھ ساتھ صدقہ و خیرات بھی شامل ہیں۔ اول الذکر کے لیے آیت کے لفظ علانیۃ اور ثانی الذکر کے لیے سرًا کا اشارہ اور قرینہ موجود ہے۔ اور اس سے بڑھ کر فعل امر غائب کا صیغہ اس انفاق کو وجوب و حکم کا درجہ دیدیتا ہے۔ پھر نماز پر انفاق کا یہ عطف بھی زکوٰۃ وعشر کا مفہوم لیے ہوئے ہے جس کے نظائر قرآن حکیم میں موجود ہیں اور جن کی مثالیں اس سے قبل ہم نے بیان کر دی ہیں۔

آیت مذکورہ بھی منجملہ ان آیات قرآنیہ میں سے ہے جن سے زکوٰۃ وعشر کے فرض و واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں ہم نے قرآن حکیم کی چند ایسی آیات پیش کر دی ہیں جن سے صراحتاً یا اشارۃً عشر کے فرض و واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ باقی رہیں اس نظامِ عشر کی عملی تفصیلات تو نظام زکوٰۃ کی طرح وہ بھی سنت نبوی کے نصوص، صحابہ کرامؓ کے اجماع اور باقی امت کے تعامل سے معلوم کرلینی چاہئیں۔

☆ اذا تعارض الحقوق قدم منها المضيّق ☆

البتہ اس سلسلے میں ایک ضروری امر پیش نظر رہنا چاہیے کہ قرآن حکیم کے عمومی حکم کے باوصف بعض اموال و اشیاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ و عشر سے مستثنیٰ بھی کیا ہے۔ مثال کے طور گھوڑوں، غلاموں اور سبزیوں کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ان پر زکوٰۃ و عشر واجب نہیں ہے۔ لیکن آج ایسی تمام مستثنیات پر بھی زکوٰۃ و عشر عائد کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ مال تجارت کی تعریف میں آجاتے ہوں اور نصاب مقررہ کے مطابق ہوں۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت ہے کہ:

''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یا مرنا ان نخرج الصدقة من الذی نعد للبیع'' (السنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسی تمام اشیاء سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیتے تھے جن کو ہم لوگ بغرض تجارت استعمال کرتے تھے۔

اس حدیث کی رو سے ان گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ عائد ہوسکتی ہے جو تجارت کی غرض سے ہوں اور نصاب کے مطابق ہوں، اور ان تمام پھلوں اور سبزیوں پر بھی عشر عائد ہوگا جو بغرض تجارت ہوں اور مقدار نصاب ہوں۔ پہلے معاملے کے لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل ہمارے لیے بہترین مثال ہے اور دوسرے کے لیے آج ہم خود اجتہاد کرسکتے ہیں اور ہمارے اس طرز عمل سے حدیث یا شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہوگی بلکہ اس کا عین منشا پورا ہوگا۔

نفاذِ زکوٰۃ و عشر کے سلسلے میں البتہ یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن حکیم کے پیش نظر انسان کی صرف معاشی صلاح و فلاح نہیں ہے بلکہ وہ پوری حیات انسانی کی ہدایت و فلاح کے لیے اپنا ایک عالمگیر اور ہمہ گیر نظام فکر و عمل رکھتا ہے۔ قرآن کی معاشی ہدایات و احکام دراصل اس کی مجموعی دعوت کا محض ایک حصہ ہیں۔ اس لیے اس کے صرف کسی جز کو نافذ کرکے اس کے ذریعے سے اس کے کلی نفاذ کی برکات حاصل نہیں کی جاسکتیں۔ لہذا جب تک نظامِ اسلام کو اس کے ہمہ جہتی اصولوں کی بنیاد پر پورے اخلاص سے قائم کرنے کی کوشش نہیں ہوگی اس وقت تک اسلامی انقلاب کی منزلِ مقصود کا حصول ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

☆ الضرر لا یزال بالضرر ☆ نقصان کا ازالہ نقصان سے نہیں کیا جائے گا ☆